1- نهضۃ العلماء

11.- تعارف وپس منظر

انڈونیشیا، بحر ہند اور بحر الکاہل کے درمیان ایشیاء کے جنوب سے مشرق اور آسٹریلیا کے شمال مغرب میں طول بلد 95 درجہ اور 141 درجہ مشرق اور عرض بلد 6 درجہ شمال اور 11 درجہ جنوب کے درمیان دنیا کا عظیم ترین مجمع الجزائر اور آبادی کے اعتبار سے مسلم دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے، جس کا مشرق سے مغرب تک فاصلہ چار ہزار میل اور شمال سے جنوب تک فاصلہ ایک ہزار دو سو پچاس میل ہے۔ کل رقبہ 1998762 مربع میل ہے۔ جس میں 1263381 مربع میل سمندر اور 735381 مربع میل خشکی ہے۔ (دائرہ معارف اسلامیہ 369/3)

انڈونیشیا میں ہزاروں چھوٹے بڑے جزائر ہیں۔ سترھویں صدی عیسوی سے قبل انڈونیشیا میں اکثریت ہندوؤں اور مظاہر پرستوں کی تھی۔ اسلام کا یہاں قدم جمانا اور پھر تمام جزائر پر چھا جانا ایک عجیب اور مہتم باشان واقعہ ہے۔ انڈونیشیا میں اسلام مسلمان تاجروں اور مبلغوں کے ذریعے پہنچا۔ جنہوں نے مختلف جزیروں میں راجاؤں، امیروں اور عوام کو دین کی تبلیغ اور اپنے اوصاف حمیدہ سے متاثر کر کے اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا۔

بارہویں صدی عیسوی کے اوائل میں آچے (آچیہ) کے کچھ باشندے شیخ عبداللہ عارف کی کوششوں سے مسلمان ہوئے، ان کے خلیفہ شیخ برہان الدین نے مغربی اور جنوبی ساترا میں دین کی تبلیغ واشاعت کی۔ ان کی کوششوں سے وہاں مدرسہ قائم ہوا۔ جہاں نو مسلموں کو تعلیم دی جاتی تھی۔ جاوا، بورینو، سلاویسی، جزائر مالوکا، میں اسلام کی اشاعت میں عرب مبلغین کے علاوہ مقامی نومسلموں راجاؤں اور امراء نے اہم کردار ادا کیا۔ اور انہی کی کوششوں سے یہاں کے اکثر جزائر ایمان کی دولت سے فیض یاب ہو گئے ہیں۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے دائرہ معارف اسلامیہ 369/3)

انڈونیشیا میں مسلمانوں کی پہلی سلطنت ساترا 1205 میں قائم ہوئی اس کے بعد آچے، پالم بنگ، جاوا، بورینو، سلاویسی اور مالوکا، میں مسلمانوں نے اپنی اپنی سلطنتیں قائم کیں، جو کسی نہ کسی طرح 1755 تک برقرار رہی۔ اسلامی سلطنتوں کے قیام اور اسلام کی اشاعت سے انڈونیشیا میں زندگی کا ہر شعبہ متاثر ہوا۔ ہندو اور بدھ دھرم کے اثرات کا خاتمہ ہوا۔ عقائد ونظریات میں ایک اساسی تبدیلی پیدا ہوئی، حکومت اور معاشرت میں اصلاح ہوئی، ذات پات کی تقسیم ختم ہوئی۔ علم وادب اور زبان میں اسلامی رنگ آگیا اور دین سے وابستگی نے ملی مقاصد اور جذبات واحساسات میں ہم آہنگی پیدا کر دی۔ (رزاقی، شاید حسین، انڈونیشیا، ص 66-67)

1.2- مغربی استعمار کا غلبہ واقتدار

انڈونیشیا کے یہ جزائر قدیم زمانے ہی سے گرم مسالوں کے جزائر کے نام سے مشہور تھے۔اور دور دراز کے ممالک مثلاً عرب، ہندوستان اور چین کے تاجر ان سے تجارت کر رہے تھے، 1511ء میں پرتگال نے ان جزائر پر قبضہ کر کے عربوں اور ہندوؤں کی تجارت کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ بعد ازاں ولندیزیوں نے بڑی عیاری اور چالاکی سے ان علاقوں پر آہستہ آہستہ قبضہ جمالیا۔اور 1749ء میں مجمع الجزائر پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ 1816ء میں برطانوی حکومت نے یہاں اقتدار حاصل کیا۔اور ہالینڈ سے ایک عہد نامے کی رو سے انڈونیشیا کے جزائر کو آپس میں بانٹ لیا۔ جنگ عظیم دوم (1942-1945) کے دوران ایک مختصر سے وقفہ کے لیے جاپانیوں نے اقتدار حاصل کیا۔ بعد ازاں اتحادیوں نے دوبارہ اس پر قبضہ کر لیا۔مغربی استعمار نے یہاں کی زرخیزی، معدنیات اور وسائل سے خوب خوب فائدہ اٹھایا اور مقامی آبادیوں کا استحصال کیا۔ان کی مذہبی اور دینی فکر کو بھی متاثر کیا ولندیزوں اور پرتگالیوں نے عیسائیت کی تبلیغ کو اپنی حکومت میں جگہ دی۔

1.3- تحریکات آزادی

انیسویں صدی کے اوائل میں ولندیزوں کے خلاف مختلف سیاسی، مذہبی تحریکات کا آغاز ہوا۔آچے کے ایک عالم امام ابو البخول نے اسلامی شعائر کی حفاظت کے لیے ولندیزیوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔انہوں نے مجاہدین کی ایک باقاعدہ فوج تیار کی اور یہ تحریک مجاہدین ان کی وفات (1864) تک جاری رہی۔اس تحریک سے دیگر جزائر بھی متاثر ہوئے اور وہاں بھی مختلف اصلاحی، رفاہی، معاشی اور معاشرتی تحریکات نے آغاز کیا۔مثلاً ''گوتنگ، رویونگ'' (تحریک مواخات) نامی تحریک، شرکت گانگ اسلام، بودی اوتومو، جیسی تحریک نے آغاز کیا۔ان تحریکات نے مسلمانوں کی تعلیمی، رفاہی، معاشی، معاشرتی سطح پر بہت خدمت کی۔اور ان کے حقوق کا تحفظ کیا۔اور ان کے اندر آزادی اور بیداری کی لہر دوڑا دی۔

2-اسلامی تحریکات

انیسویں صدی عیسوی کا نصف آخر اور بیسویں صدی، اسلامی بیداری، مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ اور احیاء کے حوالے سے مسلم ہے۔ مغربی استعماریت کے فکری، علمی، تہذیبی اثرات کے پیش نظر مسلمان علماء اور مفکرین نے امت کو دوبارہ اسلامی تعلیمات کی حقیقت سے آگاہ فرمایا۔ اور شریعت اسلامیہ کی عظمت اس کی قدر و قیمت اور اس کی افادیت سے روشناس کرایا۔ انڈونیشیا میں جہاں دیگر رفاہی و اصلاحی اور آزادی کی تحریکات نے آغاز کیا وہاں اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور اسلامی بیداری کے لیے مختلف تحریکات نے جنم لیا۔ 1912ء میں شرکت اسلام کے نام سے حاجی عمر سعید نے ایک تحریک کی بنیاد رکھی۔ یہ جماعت معاشرتی اصلاح کے لیے قائم ہوئی تھی۔ اس نے قومی بیداری میں اہم کردار ادا کیا۔ اس کا اصل مقصد مسلمانوں کو صحیح اسلامی تعلیمات سے واقف کر کے غیر اسلامی طرز معاشرت کو مٹانا اور اسلامی اخوت اور بین الاقوامی اسلامی اتحاد کو فروغ دینا تھا۔ مگر جب اس جماعت پر سیاسی رنگ غالب آ گیا تو ضرورت محسوس کی گئی کہ خالص معاشرتی، تعلیمی، دینی اصلاح کے لیے اس کی ایک ذیلی جماعت تشکیل دی جائے چنانچہ حاجی احمد وحلان نے ''جمعیت محمدیہ'' کی بنیاد رکھی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ وسیع پیمانے پر تعلیم کی اشاعت کے علاوہ ملک کو غیر اسلامی (خصوصاً ہندوؤانہ) اثرات سے پاک کیا جائے اور جدید افکار کی روشنی میں اسلامی نظریات کا مطالعہ کر کے موجودہ مسائل کا حل نکالا جائے، دوسری اسلامی تحریک میں انڈونیشی علماء کی ''جمعیۃ العلماء'' مجلس خلافت، جمعیت اتحاد a سلامی موتمر اسلامی شرق الہند قابل ذکر ہیں۔ ان تحریک نے اسلامی اور بین الاقوامی اتحاد کو فروغ دینے میں بہت کام کیا۔

2.1- نہضۃ العلماء کی تأسیس آغاز وارتقاء

1912ء میں ''شرکت اسلام'' پارٹی کا قیام عمل میں آیا۔ ''شرکت اسلام'' پارٹی کی ایک شاخ 1913ء میں مکہ میں بھی قائم ہوئی، جس کے محرک عبدالوہاب حسب اللہ (1888-1971) تھے انڈرونیشیا واپسی کے بعد 1916ء میں حسب اللہ نے ''نہضۃ الوطن'' کے نام سے سربیا (Surabaya) میں ایک تنظیم قائم کی۔ حسب اللہ کی قائم کردہ اسی تنظیم نے آگے چل کر انڈونیشیا میں روایت پسند علماء کی مضبوط تنظیم نہضۃ العلماء کا قیام کا راستہ ہموار کیا۔ حسب اللہ، نہضۃ العماء، کے محرک اول تھے۔

نہضۃ العلماء کے قیام کا پس منظر یہ ہے کہ بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں مصر کے جدت پسند عالم محمد عبدہ کے خیالات انڈونیشیا میں بہت تیزی کے ساتھ فروغ پا رہے تھے۔ خصوصیت کے ساتھ محمدیہ تحریک نے محمد عبدہ کی اصلاحات کی بہت ہی منظم اور

سائنٹیفک طریقے سے انڈونیشی علماء میں متعارف کرایا انڈونشی معاشرے پر اس کے دوررس اثرات مرتب ہوئے۔ ایک طرف محمد یہ تحریک کے ذریعہ محمد عبدہ کی اصلاحات روایت پسند علماء کی پریشانیوں میں اضافہ کا سبب بن رہی تھیں تو دوسری طرف اسی زمانے میں ترکی میں خلافت عثمانیہ کا سقوط عمل میں آیا اور حجاز مقدس ابن سعود کے ہاتھوں میں چلا گیا (1924)۔ یہ سارے واقعات انڈونیشیا کے مسلم معاشرے میں باہمی تصادم کا سبب بنتے جا رہے تھے اور ان تبدیلیوں سے سب سے زیادہ متاثرہ علماء کا وہ روایت پسند طبقہ ہور ہا تھا جس سے عبدالوہاب حسب اللہ کا تعلق تھا۔ حسب اللہ اور ان کے ہم خیال دیگر علماء محمد عبدہ کی اصلاحات کو بدعات سے تعبیر کرتے تھے اور ان کے خیال میں ان بدعات سے پیدا ہونے والے خطرے کو تسلیم کرنا اور اس کے خلاف اقدام وقت کا اہم تقاضا اور ضرورت تھی۔ لہذا ان لوگوں نے نہضۃ العماء کے نام سے ایک تنظیم کے قیام کی تحریک چلائی البتہ اسے قائم کرنے میں یہ لوگ اس وقت کامیاب ہوئے جب 1926 علماء کی اس وقت کی سب سے محترم شخصیت ہاشم اشعری نے (1871ء تا 1941ء) میں طبقہ علماء کی نہضۃ العلماء کے قیام کی درخواست منظور کی لی۔ ہاشم اشعری مشرقی جاوا کے جزیرے میں تبیو یرنگ جومبانگ کے ایک دینی مدرسے کے سربراہ تھے۔ نہضۃ العماء کی باقاعدہ تشکیل کے بعد اس کے سب سے پہلے صدر وہی منتخب ہوئے۔ نہضۃ العماء کے سربراہ کو رئیس اکبر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ 1926ء میں نہضۃ العماء کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا جو معاصر انڈونیشیا کی دو سب سے بڑی اسلامی تنظیموں میں سے ایک ہے۔ اس تنظیم پر انڈونیشیا کے روایتی علماء کا غلبہ ہے اور ماننے والوں کی اکثریت شافعی مسلک سے تعلق رکھتی ہے۔ انڈونیشیا کے معاشرتی ڈھانچے میں اس تنظیم کی جڑیں بڑی مضبوط اور گہری ہیں اور اس کی طاقت وقوت کا اصل سرچشمہ وہاں کے وہ روایتی دینی مدارس ہیں جہاں طلبہ کی تعلیم وتربیت کے ساتھ ان کے قیام وطعام کا انتظام بھی ہوتا ہے۔ ان مدارس میں دینی علوم کے طلبہ مذہبی علماء کی نگرانی میں عربی زبان وادب اور اسلامی امور سے متعلق دیگر علوم کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ 1992ء کے ایک تخمینے کے مطابق مذہبی علوم کے اس طرح کے مدارس کی تعداد انڈونیشیا میں چھ ہزار سے زیادہ ہے اور ان میں دس لاکھ سے زیادہ طلبہ زیر تعلیم ہیں، ان مدارس کی اکثریت انڈونیشیا کے دیہی علاقوں میں پھیلی ہوئی ہے اور اکثریت نہضۃ العماء سے منسلک ہے۔ نہضۃ العلماء کے معروف مدارس مشرقی اور وسطی جاوا کے جزیرے میں ہیں اور اب اس تنظیم کا دائرہ تین نسلوں تک وسیع ہو چکا ہے، یعنی اس نے انڈونیشیا کی گذشتہ تین نسلوں کو متاثر کیا ہے، ایک محتاط اندازے کے مطابق انڈونیشیا میں نہضۃ العلماء کے ارکان اور حمایتوں کی تعداد تقریباً کروڑ ہے۔ (تقریباً اتنی بڑی تعداد محمد یہ تحریک سے بھی وابستہ ہے) اس سے انڈونیشیا کے مسلمان کی مذہب سے وابستگی کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

2.2- منشور مقاصد

نہضۃ العلماء یعنی علماء کی بیداری کی یہ تنظیم انڈونیشیا کی اس قومی بیداری تحریک سے بھی متعلق ہے۔ جس کا محرک شرکت اسلام پارٹی تھی، اس کا حقیقی چارٹر جو 1926 میں تیار ہوا وہ اس کے مقاصد پر اس طرح روشنی ڈالتا ہے۔:

۱۔ مختلف سنی مسالک کے علماء کے درمیان باہمی تعلقات کو فروغ دینا۔

۲۔ درسی کتابوں کی اس طرح چھان بین کرنا کہ ان میں اہل السنہ والجماعہ کے عقائد کے خلاف کوئی چیز نہ آنے پائے۔

۳۔ درسی کتب کو بدعات سے محفوظ رکھنا۔

۴۔ چار معروف اسلامی مسالک کی بنیاد پر اسلام کی جو تصویر سامنے آتی ہے اس کے فروغ کے لئے کوشش کرنا۔

۵۔ مدارس کا قیام، مساجد، عبادات خانون اور اقامت گاہوں کا انتظام و انصرام۔

۶۔ یتیموں اور غریبوں کی دیکھ بھال، ایسی اجتماعتوں کی تشکیل جو زراعت کو ترقی دے سکیں اور تجارت وصنعت کے شعبوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق فروغ دے سکیں۔

2.3- علامت اور نشان

نہضۃ العلماء نے 1927ء میں اپنے لئے جس امتیازی علامت یا نشان کا انتخاب کیا وہ بھی اس کی روایت پسندی کی دلیل ہے۔ البتہ اس میں وسیع تر اسلامی اتحاد کی خواہش کا اظہار بھی واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ نہضۃ العلماء کے اس علامتی نشان میں کرہ ارضی کے اوپر ایک بڑا ستارہ ہے جو حضرت محمد ﷺ کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس بڑے ستارے کے دونوں طرف چار نسبتاً چھوٹے ستارے ہیں یہ آپ ﷺ کے چاروں خلفائے راشدین کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان کے نیچے چار اور چھوٹے ستارے دکھائے گئے ہیں اور یہ اہل السنہ والجماعہ کے چار معروف مسالک کی نمائندگی کرتے ہیں۔ دوسری طرف یہ نو ستارے ایک ساتھ ملک کر ان نو اولیاء اللہ کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں جنہوں نے سب سے پہلے جزیرہ جاوا میں اشاعت اسلام کے کام کو شروع کیا۔ گلوب کی ہری رنگت انسانیت کو اس پیغام کی یاد دہانی کراتی ہے کہ اس کی ابتداء اور انتہاء کیا ہے یعنی زمین جس سے وہ وجود میں آئی، اسی میں پلٹ کر جانا ہے اور پھر اسی سے فیصلے کے دن اسے دوبارہ برپا کیاجائے گا۔ گلوب کے چاروں طرف 99 خوبصورت دائروں کے ساتھ ایک سنہری لڑی اللہ کے 99 ناموں کا اظہار ہے جن کے ذریعہ دنیا بھر کے مسلمانوں کا اتحاد عمل میں آتا ہے۔ اس طرح اگر غور کیا جائے تو نہضۃ العلماء کا پرچم (علامتی نشان) اس کی سنی روایت پسندی، تصوف کی جانب اس کے میلان اور خصوصیت کے ساتھ روایتی مسلم علماء کے افکار کا اظہار ہے۔

2.4- دائرہ کار اور لائحہ عمل

انڈونیشیا میں نہضۃ العلماء کے قیام کے وقت ہی بعض ایسے اقدامات عمل میں آئے جنہوں نے اس تنظیم کا آئندہ لائحہ عمل اور دائرہ اثر متعین کر دیا۔ قیام کے پہلے دن ہی سے اس تنظیم کی بعض ایسی امتیازی خصوصیات رہی ہیں جو ان مدارس کے جوار میں وجود میں آنے والی انڈونیشی اسلامی ثقافت پر روشنی ڈالتی ہیں جنہیں اس تنظیم میں اساسی حیثیت حاصل ہے۔ نہضۃ العلماء میں مرکزی حیثیت ان علماء کو حاصل ہے جن کو انڈونیشیا میں ''کائی'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان کے بارے میں انڈونیشی معاشرے میں ایک عام تصور یہ ہے کہ انہیں عربی زبان میں مکمل مہارت حاصل ہونی چاہئے۔ بیشتر اوقات عربی زبان میں مہارت کی غرض سے مکہ معظمہ میں ایک طویل عرصے سے قیام کو ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ عربی کے علاوہ دیگر قدیم اسلامی علوم میں بھی ان علماء کی مہارت ضروری خیال کی جاتی ہے بالعموم انہیں پورا قرآن مجید حفظ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر اسلامی (خصوصیت کے ساتھ علم حدیث) کی کتابوں کے بہت سارے متن بھی انہیں ازبر ہوتے ہیں ان کے لئے یہ بھی ضروری سمجھا جاتا ہے کہ وہ موقع بموقع قرآن حدیث کے متن کے حوالے کے طور پر پیش کرتے رہیں اور ان کی تفسیر تشریح بیان کریں۔ ان علوم کے حصول کے لئے ان علماء کا سلسلہ اسناد و روایت بسا اوقات مختلف ذریعوں سے ہوتا ہوا رسول اللہ ﷺ تک جا پہنچا ہے اسے اجازت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ حصول علم کا اعلیٰ ترین مقام تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ہی انہیں پڑھانے یا احادیث بیان کرنے کی اجازت ملتی ہے۔ مدارس کے ان اعلیٰ ترین علماء کے بارے میں یہ بھی کیا جاتا ہے کہ انہیں اسلام کی مقامی روایت کا بھی علم ہو۔ خصوصیت کے ساتھ نو صوفیا اور دیگر علماء کے لئے صرف یہی کافی نہیں ہوتا ہے کہ وہ علوم اسلامی کے ماہر ہوں بلکہ ساتھ ہی ان کا صاحب کرامت ہونا بھی ضروری ہے اس کے لئے وہاں رائج طریقت کے مختلف سلسلوں میں کسی ایک سے ان کی وابستگی ضروری خیال کی جاتی ہے۔

انڈونیشیا کے معاشرے میں علماء صرف اپنے روحانی زاویوں تک ہی محدود نہیں ہیں اور نہ ہی ان کی رہنمائی اور قیادت مدرسوں کی چہار دیواری تک محدود ہے بلکہ یہ علماء عام معاشرتی زندگی میں بھی خاصا دخل رکھتے ہیں۔ ان کی اکثریت عام معاشروں اور عام لوگوں کے ساتھ رہتی ہے۔ جمعہ کے خطبوں میں دیگر اسلامی تہواروں کے موقع پر اپنی تقریروں میں یہ عام لوگوں کو وعظ نصیحت کرتے ہیں۔ اور اگر ان کا تعلق تصوف کے بھی کسی سلسلے سے ہو تو یہ ذکر کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ ذکر کی ان محفلوں میں سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں لوگوں اکٹھا ہو کر ان سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور اپنے لئے برکت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ فتویٰ دینا بھی ان علماء کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ عام انڈونیشی باشندوں پر علماء کا اثر اتنا زیادہ ہے کہ وہ اپنے گھریلو معاملات یہاں تک کے بچے بچیوں کے شادی بیاہ اور تجارت میں بھی ان سے مشورہ کرتے ہیں۔ نکاح و طلاق اور وراثت کے معاملات بھی انہیں علماء کے ذریعہ طے ہوتے ہیں۔ انڈونیشی باشندوں کو ان علماء کی ذمہ داریوں کا بھی احساس ہوتا ہے مقامی باشندے اپنے علماء کے لیے چاول اور کھانے کی دوسری چیزیں باہمی تعاون سے جمع کرتے ہیں۔ ان کے لئے زندگی کی دیگر ضروریات اور عمارتوں کے لئے تعمیراتی سامان بھی یہی لوگ فراہم

کرتے ہیں اور انہیں کچھ رقم بھی فراہم کرتے ہیں تا کہ یہ علماء معاشی ذمہ داریوں سے بڑی حد تک بے نیاز ہو کر اپنے دینی وسماجی فرائض کما حقہ انجام دے سکیں۔ان سب کے علاوہ مدارس کے لئے زمینیں اور عمارتیں بالعموم وقف ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ انڈونیشیا میں مدارس اکثریت مالی طور پر خود کفیل اور سرکاری وعوامی دباؤ سے آزاد ہے۔

نہضۃ العماء کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس تنظیم نے ایک کائی (عالم) کی رہنمائی میں وہاں کی مقبول عام مذہبی روایت کو ایک تنظیمی ڈھانچے میں تبدیل کر دیا۔ تنظیم کی سرگرمیوں میں سے ایک لیلۃ الا جتماع ہے، یہ ایک طرح کی ماہانہ میٹنگیں ہوتی ہیں جو قمری مہینوں کے پندرہویں دن مقامی علماء کے ذریعہ منعقد کی جاتی ہیں۔ان میٹنگوں کا آغاز ان مقامی لوگوں کی نماز جنازہ غائبانہ سے ہوتا ہے جو اس دوران وفات پائے ہوئے ہوتے ہیں۔اس کے بعد تقریریں ہوتی ہیں جن میں نہضۃ العلماء کی پالیسیوں اور پروگراموں کی وضاحت کی جاتی ہے اور اس کی مقامی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ایک سیشن سوال و جواب کا بھی ہوتا ہے۔گویا مقامی لوگوں کو اس طرح ایک ایسا پلیٹ فارم میسر آ جاتا ہے۔جس میں وہ اپنے ذاتی وروحانی مسائل اپنی قیادت کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔مقامی علماء کی نگرانی میں ہونے والی سرگرمیوں سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انڈونیشی معاشرے میں نہضۃ العلماء کی جڑیں کتنی گہری اور مضبوط ہیں یہ لوگ ایک دوسرے کے مسائل کو نہ صرف سمجھتے ہیں بلکہ باہم مل کر انہیں حل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں گویا ہر عالم کی سرپرستی میں پورا ایک معاشرہ مصروف عمل رہتا ہے۔اپنی عوامی مقبولیت کے سبب ہی علماء سیکولر حکمرانوں کے دباؤ سے بھی بالعموم آزاد ہوتے ہیں کیونکہ انہیں کے پاس مذہبی اختیارات کے ساتھ ساتھ اقتصادی ذرائع بھی ہوتے ہیں مجبوراً سیکولر حکمران خود مجبور ہوتے ہیں کہ معاشرے کے نظم ونسق میں ان علماء کا تعاون حاصل کریں۔معاشرے میں علماء کی اس اہمیت نے جہاں ایک طرف حکمرانوں کو مجبور کیا کہ وہ انھیں تحفے تحائف دے کر اپنے موافق رکھیں تا کہ ان کا سیاسی اقتدار برقرار اور مستحکم رہ سکے، وہیں دوسری طرف معاشرے میں علماء کی اس اہمیت نے جہاں ایک طرف حکمران طبقے سے علماء کی قربت کے سبب ان میں بعض اخلاقی برائیاں بھی در آئی ہیں اور اس سے معاشرے میں ان کی حیثیت کو نقصان بھی پہنچا ہے۔بہر حال بحیثیت مجموعی نہضۃ العلماء کا ایک ایسا اتحاد ہے جہاں وہ سیکولر حکمرانوں سے آزاد خود مختار رہ کر معاشرے پر اپنے اختیارات چلاتے ہیں۔

3- نہضۃ العلماء کا سیاسی کردار

1930ء سے لے کر جنگ عظیم دوم کے آغاز تک نہضۃ العلماء کو انڈونیشی معاشرے میں بہت تیزی سے فروغ حاصل ہوا۔ اس وقت اس تنظیم کی حیثیت صرف یہی نہیں تھی کہ یہ نئی اصلاحی تنظیم (محمدیہ تحریک) کی مخالفت کرتی تھی بلکہ اس نے انڈونیشیا میں رائج مدراس کے قدیم نظام میں دوررس تبدیلیاں بھی کیں اور ان مدارس کو نئے دور اور تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش بھی کی۔ اس کوشش میں سب سے زیادہ شہرت جس نام کو حاصل ہوئی وہ واحد ہاشم (1900ء تا 1957) ہیں۔ یہ ہاشم اشعری کے صاحبزادے تھے جو نہضۃ العلماء کے بانی صدر تھے۔ واحد ہاشم نے انڈونیشیا میں مدارس کا نیا تعلیمی نظام متعارف کروایا اس نظام کے تحت درجہ بندی کے ساتھ ایک باقاعدہ نصاب کی تعلیم مدراس میں ضروری قرار پائی۔ انہوں نے لڑکیوں کی تعلیم کی اہمیت بھی تسلیم کی اور ان کے لیے تعلیم کے الگ ادارے قائم کیے۔ واحد ہاشم نے نہضۃ العلماء میں نوجوانوں کے لیے انصار اور خواتین کے لیے مسلمات جیسی ذیلی تنظیمیں بھی قائم کیں۔ جب 1937ء میں انڈونیشیا میں اسلامی تنظیموں کا ایک اتحاد M.I.A وجود میں آیا تو اس اتحاد میں واحد ہاشم نے نہضۃ العلماء کی نمائندگی کی۔

انہوں نے 1939ء میں انڈونیشیا میں مقامی باشندوں کی پارلیمانی نمائندگی کے لیے چلائی جانے والی سیاسی مہم میں بھی شرکت کی۔ لہذا اپنی گوناگوں سرگرمیوں اور وسیع دائرہ اثر کے سبب نہضۃ العلماء انڈونیشیا میں ملکی سطح پر ایک بڑی تنظیم بن کر ابھری جس کے ارکان انڈونیشیا کے مختلف جزائر میں پھیلے ہوئے تھے۔

جنگ عظیم دوم کے دوران 1942ء سے 1945ء تک ایک مختصر وقفے کے لیے جاپان نے انڈونیشیا پر قبضہ کر لیا اور ڈچ حکمرانوں کو راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ جاپانی قبضے کے دوران ڈچ استعمار کے تحت کام کر چکی اسلامی تنظیموں نے بالکل ایک نیا تجربہ کیا۔ ابتداء تو جاپانیوں نے دیگر سیاسی تنظیموں کی طرح نہضۃ العلماء اور محمدیہ تحریک پر بھی پابندی عائد کر دی لیکن یہ پابندی جلد ہی اٹھالی گئی اور انہیں مذہبی تنظیم کی حیثیت سے کام کرنے کی کھلی چھوٹ دے دی گئی۔ دیگر اسلامی تنظیموں کی طرح نہضۃ العلماء نے بھی جاپان کی حمایت کی اور جاپانیوں کے حق میں عوامی بیداری کی مہم چلائی۔ اسی دوران M.I.A کی جگہ ماشومی تحریک نے لے لی جو اسلامی تنظیموں کا نسبتاً وسیع اور زیادہ موثر پلیٹ فارم ثابت ہوئی، نہضۃ العلماء بھی اس اتحاد میں شامل تھی۔ ماشومی تحریک نے اپنی عسکری بازو حزب اللہ کے نام سے تشکیل دیا جبکہ بہت سارے مسلم نوجوان ڈچ استعمار کی مخالفت میں جاپانی فوج میں بھی رضاکارانہ طور پر شامل ہوئے۔ جاپانی فوجیوں نے ان سب کو فوجی تربیت دی۔ 1945ء میں جاپان کی شکست کے ساتھ جب انڈونیشیا پر سے جاپانی قبضہ ختم

ہوا تو سابقہ ڈچ حکمرانوں نے ایک بار پھر سیاہ و سفید کا مالک بننے کی کوشش کی لیکن اس وقت تک انڈونیشیا میں آزادی کی تحریک بہت زور پکڑ چکی تھی جس میں اسلام پسند بھی پیش پیش تھے۔ اس وقت اسلامی رہنماؤں نے بشمول نہضۃ العلماء قوم پرستوں کا انڈونیشیا کے لیے دستور سازی میں ساتھ دیا۔ اس وقت اسلام پسند رہنماؤں کا زور اس پر تھا کہ انڈونیشیا کو ایک اسلامی ریاست قرار دیا جائے اور اس کے دستور کی بنیاد شریعت اسلامیہ ہو۔ البتہ قوم پرستوں اور کمیونسٹوں کی مخالفت کی وجہ سے انہیں ایک ایسے پانچ ستونی فارمولے پر اتفاق کرنا پڑا جس میں خدائے واحد کو اول درجے پر رکھا گیا تھا۔ یہ دستور اٹھارہ اگست 1945ء کو انڈونیشیا کی آزادی کے اعلان کے ساتھ ہی نافذ کیا گیا، البتہ انڈونیشیا میں سب سے زیادہ جو تبدیلی رونما ہوئی وہ یہ کہ اس دوران اسلام پسند رہنماؤں کو سیاست اور انتظامیہ دونوں شعبوں میں کافی دخل حاصل ہو گیا تھا۔

انڈونیشیا کی جنگ آزادی جو 1945ء سے 1949ء تک جاری رہی اس میں ماشومی تحریک کے نوجوان بازو حزب اللہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس کے رضا کار کثیر تعداد میں آزادی کی جنگ میں شریک ہوئے۔ حزب اللہ کے کمانڈروں میں نہضۃ العلماء سے تعلق رکھنے والے علماء بھی شامل تھے، فوجی تعاون کے ساتھ ساتھ ان علماء نے آزادی کی تحریک میں ایک نئی جان اس وقت ڈال دی جب اکتوبر 1945ء میں ایک فتویٰ جاری کر کے ان لوگوں نے جنگ آزادی کو جہاد فی سبیل اللہ قرار دے دیا اور تمام انڈونیشی مسلمانوں کی ان جنگ میں شمولیت لازمی قرار دے دی۔ اس فتوے کے بعد آزادی کی جنگ ایک نئے مرحلے میں داخل ہو گئی تا آنکہ 1949ء میں ڈچ حکمرانوں نے انڈونیشیا کی آزادی تسلیم کر لی۔ پوری جدوجہد آزادی کے دوران انڈونیشای کی اسلامی تنظیمیں ماشومی تحریک کے تحت متحد رہیں جو ان کا ایک ڈھیلا ڈھالا اور وسیع تر اتحاد تھا۔ البتہ نہضۃ العلماء سے تعلق رکھنے والے روایت پسند علماء کو ماشومی تحریک سے شکایت یہ تھی کہ اس میں علماء کی کونسل کو حتمی فیصلہ کرنے کی مخصوص پوزیشن دی جائے جب کہ ماشومی تحریک میں شامل دوسری اسلامی پارٹیوں کے رہنما جو زیادہ تر سیکولر تعلیمی اداروں سے آئے تھے اس پر راضی نہیں ہوئے۔ لہٰذا 1952ء میں نہضۃ العلماء نے ماشومی تحریک سے علیحدگی اختیار کر لی۔ نہضۃ العلماء نے 1955ء میں دستوری اسمبلی اور پہلے پارلیمانی انتخابات میں تنہا شرکت کی اور 18ء4 فیصد ووٹ حاصل کر کے انڈونیشیا کی چار سب سے بڑی سیاسی پارٹیوں۔۔۔ نیشنلسٹ پارٹی، ماشومی پارٹی، کمیونسٹ پارٹی میں سے ایک رہی۔ نہضۃ العلماء کی اس عوامی مقبولیت کا اندازہ پہلے سے بہت کم لوگوں کو تھا کیونکہ تنظیم میں صرف چند ہی نام ایسے تھے جو قومی سیاست میں اپنی شناخت رکھتے تھے۔ نہضۃ العلماء کو ان انتخابات میں کسی حد تک ضرور غیر متوقع کامیابی ملی لیکن بحیثیت مجموعی ماشومی تحریک اور نہضۃ العلماء سمیت سبھی اسلام پسند پارٹیوں کو شکست ہوئی کیونکہ جہاں ایک طرف انڈونیشیا کی قومی سیاست میں غالب کردار کی حامل ماشومی پارٹی اپنی پوزیشن برقرار رکھنے میں ناکام رہی وہیں تمام اسلام پسند پارٹیاں مجموعی طور پر 43.9 فیصد ہی ووٹ حاصل کر سکیں۔ ایک ایسے ملک میں جہاں تقریباً کل آبادی مسلمانوں کی اور ان میں مذہبی رجحان بھی پایا جاتا ہو اسے اسلام پسندوں کی شکست ہی قرار دیا جائے گا خواہ اس کے اسباب کچھ بھی بیان کیے جائیں۔

انڈونیشیا کی دستور ساز اسمبلی میں نہضۃ العلماء اور دوسری بھی اسلامی پارٹیوں کا مطالبہ تھا کہ انڈونیشیا کی حیثیت شریعت پر مبنی ایک اسلامی ریاست کی ہو، لیکن سوشلسٹ پارٹی، کمیونسٹ پارٹی، عیسائی اور کچھ دیگر علاقائی پارٹیوں نے اس کی مخالفت کی اور ایک سیکولر ریاست کی تشکیل کا مطالبہ کیا اس طرح دستور ساز اسمبلی میں دستور کے معاملے پر اتفاق رائے نہیں ہو سکا۔ اسی دوران انڈونیشیا میں بعض دیگر ایسے واقعات بھی پیش آ گئے جنہوں نے قومی سیاست کی کایا پلٹ دی خصوصیت کے ساتھ ملک کے کئی جزیروں میں دارالاسلام کے قیام کے مطالبے کو لے کر بغاوتیں ہو گئیں۔ ان لوگوں کا ساتھ ماشومی پارٹی کی قیادت کی اکثریت نے دیا تھا یہاں تک کہ 1958ء میں ایک متوازی حکومت بھی قائم ہو گئی۔ اسی کو بہانہ بنا کر سوکارنو نے دستور اسمبلی تحلیل کر دی۔ بغاوت میں شرکت کے الزام میں ماشومی پارٹی اور سوشلسٹ پارٹی پر پابندی عائد کر دی گئی اور پھر 1945ء کا دستور ہی نافذ کر دیا گیا۔ صدر سوکارنو نے اس کے بعد ایک مشترک حکومت جس میں قوم پرست مذہبی (نہضۃ العلماء) اور کمیونسٹ بھی شامل تھے تشکیل دی۔ اس پورے وقفے کے دوران نہضۃ العلماء کا رول بہت دلچسپ رہا ایک طرف کچھ اسلام پسند پارٹیاں بغاوت کی حمایت کر رہی تھیں تو دوسری طرف نہضۃ العلماء صدر سوکارنو کو فقہی اصطلاح کے مطابق دستوری سربراہ تسلیم کرتی رہی جس کی اطاعت لازم ہے، حقیقت قصہ یہ ہے کہ جب سے انڈونیشیا کی جمہوریت وجود میں آئی اسی وقت سے نہضۃ العلماء مختلف مشترکہ کابیناؤں میں شرکت کرتی رہی اس کا یہ فائدہ ہوا کہ اس کے ذریعہ تنظیم سے تعلق رکھنے والے متعدد سیاستدانوں کو متعارف کرانے میں اسے کامیابی ملی۔ ان میں سب سے اہم نام ایدھم چالڈ (پ 1921ء) کا ملتا ہے جنہیں 1952ء ہی میں وزارت کا عہدہ اس وقت حاصل ہوا جب وہ انڈونیشیا کے سب سے پہلے نائب وزیر اعظم بنائے گئے۔ اسی طرح 1949ء سے لے کر 1972ء تک مذہبی امور کی وزارت کا محکمہ مستقل طور پر نہضۃ العماء کی قیادت کے پاس رہا جس نے ان کی سیاسی اہمیت کو مستحکم کرنے میں نہایت ہی معاون کردار ادا کیا۔ خصوصیت کے ساتھ 1960ء سے 1965ء کے ناکام کمیونسٹ انقلاب نے حالات میں مزید تبدیلی کی۔ نہضۃ العلماء نے انقلاب کو کچلنے میں سوہارتو کی قیادت والی فوج کی حمایت کی اور اس پر زور دیا کہ کمیونسٹوں اور متشدد قسم کے قوم پرستوں کو قومی سیاست سے بالکل ہی بے دخل کر دیا جائے۔ نہضۃ العلماء کے ارکان پارلیمان نے نہ صرف کمیونسٹ پارٹی پر پابندی کے لیے دباؤ ڈالا بلکہ صدر کو بھی احتساب کے دائرے میں لانا ضروری سمجھا تا آنکہ 1967ء میں سوکارنو کی جگہ سوہارتو نے لے لی اور ایک نام نہاد نیو آرڈر جاری کر دیا گیا۔

1965ء میں اور اس کے بعد انڈونیشیا میں جو سیاسی تبدیلیاں واقع ہوئیں ان کے سبب 1955ء میں انڈونیشیا کی سیاست کی جو چار بڑی سیاسی پارٹیاں نمودار ہوئی تھیں ان میں سے صرف نہضۃ العلماء ہی کو 1971ء کے انتخابات میں حصہ لینے کا موقع مل سکا۔ اس بار کے انتخابات میں بھی نہضۃ العلماء نے حزب اللہ کی قیادت میں ایک کروڑ پچاس ہزار ووٹروں کی حمایت حاصل کر کے 18.3 فیصد ووٹ حاصل کر کے اپنے 1955ء کے سابقہ ریکارڈ کو برقرار رکھنے میں کامیاب رہی۔ 1971ء کے انتخابات میں نو تشکیل شدہ حکمراں گولکر پارٹی نے 63 فیصد ووٹ حاصل کر کے ایوان میں مکمل اکثریت حاصل کر لی تھی لہذا انتخابات کے بعد سوہارتو کے

نیو آرڈر کے تحت جو حکومت تشکیل پائی اس میں نہضۃ العلماء کو حصہ دینے سے انکار کر دیا گیا اور آزادی کے بعد پہلی بار ایسا ہوا کہ کابینہ میں نہضۃ العلماء کو ایک بھی نشست نہیں ملی۔ 1971ء کے انتخابات ہی ایک طرح سے نہضۃ العلماء کے سیاسی زوال کا نقطہ آغاز تھے کیونکہ انتخابات کے بعد بننے والی حکومت نے اپنے سیاسی استحکام کو دیرپا اور مضبوط بنانے کے لیے سیاسی پارٹیوں کی تعداد صرف تین تک محدود کر دی گویا 1971ء کے انتخابات میں نہضۃ العلماء آزاد سیاسی پارٹیوں کو سیاسی سرگرمیاں جاری رکھنے کی اجازت تھی وہ حکمران گولکر پارٹی کے علاوہ انڈونیشین جمہوری پارٹی اور ترقیاتی اتحاد پارٹی تھیں۔ نہضۃ العلماء کی قیادت کو مجبور کیا گیا کہ وہ ترقیات اتحاد پارٹی میں شامل ہو جائے اس پارٹی پر بھی حکومت کا براہ راست کنٹرول تھا۔

1965ء کے قریب کے زمانے میں صدر سوکارنو کے خلاف انڈونیشیا میں جو عام بے چینی خصوصیت کے ساتھ طلبہ میں پیدار ہوئی اس نے ان کے اقتدار کے خلاف ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی اس بے چینی کی ایک بنیادی وجہ سوکارنو کی اشتراکیت نواز اقتصادی پالیسیاں تھیں جن کے سبب ملکی معیشت تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی تھی طلبہ کے احتجاجوں کے بعد سوکارنو کو سوہارتو کے حق میں اقتدار سے دستبردار ہونا پڑا۔ سوہارتو نے اقتدار سنبھالنے کے بعد اقتصادی اصطلاحات کی طرف خصوصی توجہ دی۔ انہوں نے نیو آرڈر کے نفاذ کے ساتھ ہی مغربی سرمائے اور ٹیکنالوجی کے سہارے بہت تیزی کے ساتھ اقتصادی ترقیات کے پروگرام نافذ کرنے شروع کیے۔ صدر سوہارتو نے اقتصادی اصطلاحات کے پروگرام تو ضرور بنائے لیکن معاشرتی اصلاحات اور سیاسی اصطلاحات کے معاملے میں اپنے پیش رو کی روش پر گامزن رہے بلکہ ان سے بھی دو قدم آگے نکلے۔ سیاسی اور معاشرتی اصلاحات کے نہ ہونے اور جدید اقتصادی اصلاحات کے سبب بحیثیت مجموعی تو انڈونیشیا کی اقتصادی صورت حال میں بہتری آئی لیکن انہیں کی وجہ سے کئی طرح کے معاشرتی مسائل بھی پیدا ہوئے مثلاً دولت کا مکمل ارتکاز شہری آبادیوں میں ہو گیا۔ (وہ بھی سوہارتو اور ان کے قریبی لوگوں تک) اور مقامی صنعت کاروں اور تاجروں کو بین الاقوامی سرمایہ کاری کی کمپنیوں کو سرمایہ کاری کی اجازت دے کر بالواسطہ طور پر کمزور کر دیا گیا۔ سوہارتو حکومت کی ان اقتصادی اصلاحات سے انڈونیشی معاشرے پر جو منفی اثرات مرتب ہو رہے تھے، ترقیات اتحاد پارٹی میں شامل نہضۃ العلماء ان کے خلاف پارلیمان میں آواز اٹھاتی رہی اور ان پر افسوس کا اظہار بھی کرتی رہی۔ مزید برآں سوہارتو حکومت نے مسلمانوں کے عائلی قوانین اور حقوق سے متعلق بھی بعض غلط فیصلے کیے جن کے خلاف نہضۃ العلماء نے پارلیمان سے واک آؤٹ بھی کیا اور دیگر اسلام پسند پارٹیوں نے ان کے خلاف مظاہرے کیے۔ البتہ حکمرانوں نے ان کے اس اقدام کو اسلامی دہشت گردی قرار دے کر جو اسلام پسند طاقتیں نمایاں ہو رہی تھیں انہیں کچل دینے کی کوشش کی۔ 1982ء میں سوہارتو حکومت نے پانچشیلا کے نام سے ایک ایسا قانون نافذ کرنے کی کوشش کی جو تمام سیاسی اور معاشرتی تنظیموں کی بنیاد قرار پائے۔ یہ قانون 1985ء میں تناؤ کے ماحول میں مباحثے اور بعض خونیں واقعات کے بعد منظور کر کے عوام پر مسلط کر دیا گیا۔

ایک ایسے وقت میں جب انڈونیشیا کی زیادہ تر اسلام پسند جماعتیں پانچشیلا کی مخالفت کر رہی تھیں بالکل ابتدائی زمانے ہی

میں یعنی قانون کی منظوری سے پہلے ہی 1983ء میں نہضۃ العلماء کی شوریٰ نے حکومت کی اس پالیسی کو مثبت قرار دیتے ہوئے قبول کر لیا تھا۔ تنظیم کی شوریٰ نے اسی وقت ترقیاتی اتحاد پارٹی سے اپنا رشتہ ختم کر لینے کا فیصلہ بھی کیا اور یہ کہ تنظیم اپنی پہلے کی مذہبی، تعلیمی اور معاشرتی تنظیم والی حیثیت کی طرف لوٹ جائے اس کے لیے ایک پر کشش نعرہ 1966 کے اصول کی طرف واپسی بھی استعمال کیا گیا۔ گویا اس طرح نہضۃ العلماء نے اپنی وہ سیاسی حیثیت ختم کر لی جو ایدھم چالڈ کے ذریعہ آزادی کے فوراً بعد قائم ہوئی تھی۔ 1984ء میں جب نہضۃ العلماء کا قومی اجلاس منعقد ہوا تو گذشتہ سال کی شوریٰ کے ان فیصلوں کی عام تصدیق کر دی گئی۔ نہضۃ العلماء کو غیر سیاسی رخ دینے میں احمد صدیق (1926ء تا 1990) نے کلیدی کردار ادا کیا۔ 84-1983ء میں وہ تنظیم کی شوریٰ کے سربراہ منتخب ہوئے انہوں نے یہ وضاحت کرنے میں اپنا پورا زور صرف کیا کہ حکومت کی نئی پالیسی پانکشیلا نہ کوئی مذہب ہے نہ کسی مذہب کی جگہ لے سکتی ہے۔ اس پالیسی میں خدائی وحدت کا جو تصور پیش کیا گیا وہ بعینہ وہی ہے جو اسلام کا تصور توحید ہے نیز اس پالیسی کے تحت انڈونیشیا میں مسلمانوں کو اسلام پر عمل پیرا رہنے کی مکمل آزادی حاصل ہے اس میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو مسلمانوں کے مذہبی عقائد یا قوانین میں مداخلت قرار پائے۔ لہذا پانکشیلا کو انڈونیشیا کی مخصوص صورت حال میں ایک ایسی فلاسفی کے طور پر تسلیم کر لیا جانا چاہیے جسے ضرورت کے تقاضے کے اصول پر خود انسانوں نے بنایا ہے۔ اس وضاحت کے ذریعہ احمد صدیق کا مقصد یہ تھا کہ عام لوگوں پر یہ واضح کیا جائے کہ اسلام ریاست سے ٹکراؤ (تصادم) نہیں چاہتا اور یہ کہ سوہارتو کی قیادت میں جمہوریہ انڈونیشیا پانکشیلا کے تحت اپنی اس آخری شکل میں وجود میں آچکا ہے جس میں انڈونیشیا کے مسلمانوں کو آئندہ رہنا ہے۔

1984ء میں احمد صدیق کو نہضۃ العلماء کی شوریٰ کا سربراہ بنائے جانے کے ساتھ ہی عبدالرحمان واحد (پ 1940ء) کو انتظامی کونسل کا سربراہ منتخب کیا گیا۔ عبدالرحمان واحد، واحد ہاشم کے بیٹے اور ہاشم اشعری کے پوتے ہیں اپنے خاندانی پس منظر کے سبب وہ انڈونیشیا کے روایت پسند مذہبی طبقے میں کافی مقبول بھی ہیں۔ اس طرح احمد صدیق کے شوریٰ کے سربراہ کی حیثیت سے عبدالرحمان واحد کے انتظامیہ کے سربراہ بن جانے سے ایدھم چالڈ جواب تک کافی بااثر تھے کا راستہ رک گیا اور گویا یہیں نہضۃ العلماء کے کسی ذمہ دار کو ترقیاتی اتحاد پارٹی میں کسی ذمہ داری پر نہیں رہنے دیا۔ سیاست سے نہضۃ العلماء کی سیاسی حیثیت ختم ہوگئی۔ احمد صدیق اور عبدالرحمان کی نئی ٹیم نے تنظیم کی ترقیاتی اتحاد پارٹی سے رشتے کے خاتمے کے فیصلے کو سختی سے نافذ کیا اور نہضۃ العلماء کی بیزاری کی اس وقت تو انتہا ہوگئی جب 1987ء کے انتخابات میں اس تنظیم نے ترقیاتی اتحاد پارٹی کے خلاف مہم چلائی، نتیجے میں ترقیات اتحاد پارٹی کے ووٹوں میں بھاری کمی آئی۔ 1989 کے تنظیمی انتخابات میں احمد صدیق اور عبدالرحمان واحد تنظیم کے بے دست و پا سیاست کاروں کی شکایات کے باوجود ایک بار پھر منتخب کر لیے گئے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نہضۃ العلماء کے مقامی کارکنوں میں ان دونوں کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہے۔ 1990ء میں احمد صدیق کی وفات کے بعد سے نہضۃ العلماء کے سیاہ سفید پر عبدالرحمان واحد کا قبضہ ہے اس دوران مختلف مذہبی اصطلاحات کے تعلق سے نہضۃ العلماء کی پالیسیوں کی وضاحت کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ ان کے خیال میں

-- العلماء نہ تو موقع پرست ہے نہ اس نے حالات سے سمجھوتہ کرلیا ہے جیسا کہ اس پر الزامات عائد کیے جاتے ہیں ان کے مطابق
-- العلماء کے سیاسی اور غیر سیاسی رویے کو اسلامی روایت کے اس پس منظر میں دیکھا جانا چاہیے جس کی وارث ہے۔

نہضۃ العلماء کی پوری تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ 1949ء میں انڈونیشیا کی آزادی تک اس کا کردار بہت ہی روشن رہا ہے اس دوران وہ M.I.A میں ماشومی تحریک جیسے اسلامی اتحادوں میں بھی شامل رہی۔ البتہ آزادی کے بعد نہ جانے وہ کون سے مصالح تھے جن کے تحت اس کے رویے میں نمایاں فرق واقع ہوا اور اس وقت سے سوہارتو کے آخری زمانے تک نہضۃ العلماء بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر ارباب اقتدار کی ہمنوا اور حمایتی رہی ہے۔ اس کے اس رویے نے اسے اتنا فائدہ تو ضرور پہنچایا کہ مذہبی بیوروکریسی پر اس کی گرفت بہت مضبوط ہوگئی لیکن اقتدار سے قربت تک کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس تنظیم کے علماء میں اخلاقی زوال آیا اور ایک وسیع حلقہ رکھنے کے باوجود اس کے حلقہ اثر میں کمی بھی آئی ہے۔ 1983ء کے بعد سیاست سے علیحدگی کے بعد بھی یہ تنظیم کسی نہ کسی طور پر ارباب اقتدار کی پشت پناہی کرتی رہی ہے۔ اب عام انتخابات میں، اس جماعت کے صدر عبدالرحمٰن واحد کو انڈونیشیا کا صدر کرلیا گیا ہے، دیکھا جارہا ہے کہ اب کس وقت یہ تنظیم شریعت کے نفاذ کے لیے کوشش کرتی ہے۔

(تحریر محمد ارشد، اخذ و تلخیص، سہ روزہ دعوت، انڈیا خصوصی اشاعت مسلم دنیا)

4- جمعیت محمدیہ (انڈونیشیا)

4.1- فکری وتاسیسی پس منظر

جمعیت محمدیہ یا محمدیہ تحریک کے نام سے معروف انڈونیشیا کی یہ اصلاح پسند اسلامی تحریک ملک کی معروف مذہبی تنظیموں میں سے ایک ہے۔ اس تنظیم کی متعدد شاخیں انڈونیشیا کے تقریباً سبھی جزائر میں تعلیمی اور ساجی بہبود کے کاموں میں مصروف ہیں۔ حالیہ دنوں میں اس تحریک نے ساری دنیا کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے میں کامیابی حاصل کی ہے اوراس وقت مسلم جنوب مشرقی ایشیا میں یہ سب سے زیادہ طاقت ور اصلاح پسند تحریک بن کر سامنے آئی ہے۔ ساجی بہبود اور تعلیمی پروگراموں کے علاوہ اس تحریک کی جدوجہد میں سیاسی امور کو بھی خصوصیت حاصل ہے اوراگرچہ اس کا اندراج انڈونیشیا کی سیاسی جماعتوں کی فہرست میں نہیں ہے پھر بھی انڈونیشیا کی سیاست پر اپنے گہرے اور دوررس اثرات رکھتی ہے۔ جمعیت محمدیہ کی سیاسی اہمیت کا اندازہ اس وقت دنیا کو ہوا جب اقتصادی بحران سے دوچار انڈونیشیا میں سابق صدر سوہارتو کے خلاف طلباء میں بغاوت کا لاوا پھوٹ پڑا۔ ابتداً طلبا کے یہ مظاہرے صرف جکارتہ کے تعلیمی احاطوں تک محدود تھے لیکن جیسے ہی جمعیت محمدیہ کے سربراہ امین رئیس نے طلبا کے مظاہروں کی حمایت کا اعلان کیا سوہارتو کے خلاف ہونے والے مظاہروں میں جان آگئی اور یہ مظاہرے پورے ملک میں پھیل گئے، تا آں کہ صدر سوہارتو کو اقتدار سے دستبرداری کا اعلان کرنا پڑا۔ کہا جاتا ہے کہ صدر سوہارتو کے 32 سالہ اقتدار کے خاتمے میں امین رئیس کا رول سب سے نمایاں ہے۔

تیرہویں اور چودھویں صدی عیسوی تک مسلک تجار اور صوفیاء انڈونیشیا کی بندرگاہوں پر فروکش ہونے لگے تھے۔ اسلامی روایت کے مطابق مسلمان تاجر اور صوفیا جہاں کہیں بھی گئے انہوں نے اپنے کردار وعمل سے وہاں کے لوگوں کو متاثر کیا، انڈونیشیا میں مقامی باشندے ان مسلمان تاجروں کے عمل اور صوفیاء کی دعوت سے متاثر ہوئے اور سترہویں صدی عیسوی تک شرق الہند کے جزائر میں متعدد مقامات اور علاقے ایسے تھے جہاں کے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ مسلم صوفیا نے ان جگہوں پر اپنے مدرسے اور خانقاہیں قائم کیں جن میں اسلام کی روایت پروان چڑھی جو خالص اسلامی ہونے کے ساتھ ساتھ جنوب مشرقی ایشیا کی نمائندہ ہے اس کی بنیاد اسلام کے پانچ بنیادی ارکان پر تھی (۱) شہادت حق (عقیدہ توحید) (۲) پنج وقتہ نمازیں (۳) سالانہ عشر وزکوٰۃ (۴) رمضان کے روزے (۵) اور مکہ مکرمہ کا حج۔ البتہ دیگر علاقوں کی طرح انڈونیشیا میں بھی اسلام اور مقامی روایات ومذاہب کا خلاملا عمل میں آیا خصوصیت کے ساتھ بدھازم اور ہندوازم کی مذہبی روایات کے سات۔

سولہویں صدی عیسوی کی آخری دہائی 1596ء میں مغربی یورپ کے ڈچ انڈونیشیا کے سب سے بڑے جزیرے جاوا میں

داخل ہوئے اور رفتہ رفتہ تقریباً سبھی انڈونیشی جزائر کو ڈچ استعمار میں شامل کرلیا۔ عام مغربی روایت کے مطابق ڈچ حکمرانوں نے انڈونیشیا میں بھی قوم پرستی کے بیج بوئے اور بیسویں صدی کے آغاز تک وہ اپنی کوششوں میں بڑی حد تک کامیاب ہو چکے تھے اور ان کے درمیان کشمکش بھی پیدا ہوگئی تھی البتہ استعمار کے ساتھ مزاحمت میں دونوں ساتھ ساتھ تھے۔ اس دوران انڈونیشیا میں جو تعمیری اور سماجی تحریکات وجود میں آئیں ان میں اصلاح پسند تحریک محمدیہ بہت اہم تھی اس کے بانی انڈونیشیا کے ایک مقامی عالم دین تھے انہیں کے ذریعہ 1912ء میں اس کا قیام عمل میں آیا۔

انیسویں صدی عیسوی کے اواخر اور بیسویں صدی کے آغاز تک جہاں عالمی سطح پر مسلمانوں کا زوال اپنی انتہا اور عروج کو پہنچ رہا تھا وہیں اس دوران مسلمانوں میں احیائے امت کی باقاعدہ تحریکیں نہ سہی انفرادی کوششیں شروع ہو چکی تھیں جو آگے چل کر اصلاح پسند تحریک اور پھر احیائے امت کی تحریک کا حصہ بنیں۔ اصلاح پسند تحریک کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے موجودہ دور میں قرآن وسنت کی واپسی کی طرف براہ راست دعوت دی، اس تحریک میں جدیدیت کا عنصر بھی شامل تھا۔ اور اس کے افراد کی جانب سے جدید طرز کے اسکولوں، خواتین اور نوجوانوں کی تنظیموں کے قیام جیسے اقدامات بھی کیے گئے۔ انڈونیشیا، ملائشیا اور سنگاپور جیسے شرق الہند میں جو مقامی روایات درآئی تھیں انہیں مسترد کر دیا گیا، لہذا یہاں کے اصلاح پسندوں نے طلباء کے لیے اسکول قائم کیے، علمی جرائد نکالے اور اپنے خیالات ونظریات کو پھیلانے کے لیے تنظیمیں قائم کیں۔ انڈونیشیا میں جمعیت محمدیہ کا قیام اسی طرح کے اصلاح پسند خیالات کا آئینہ دار تھا، چونکہ یہ تحریک جاوا کے مقامی علماء کے درمیان سے ہی ابھر کر سامنے آئی تھی اس لیے یہ گویا روایت پسند علماء کے خلاف ایک طرح کی بغاوت تھی لیکن چونکہ آغاز ہی سے اسے علماء کی ایک تعداد کا تعاون حاصل رہا اس لیے پورے انڈونیشیا میں اس نے دسیوں لاکھ لوگوں کو متاثر کیا اور جگہ جگہ اس کی شاخیں قائم ہوگئیں اس کی جانب سے باقاعدہ دعوتی تحریکیں چلائی گئیں، ان لوگوں نے اسپتال اور کلینک قائم کیے، غریبوں اور یتیموں کے لیے یتیم خانے بنوائے، کتابیں رسالے اور اخبارات شائع کیے اور لیبر یونینس، فارم کوآپریٹوز، فیکٹریاں اور اسکول قائم کیے۔ اس تحریک نے اسلام سے اپنی دلچسپی اور محبت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے انڈونیشیا کے قوم پرستوں اور کمیونسٹوں کی تحریکات کا مقابلہ بھی کیا اور ایک کثیر عقائد سماج میں خود ایک اہم نظریاتی اور اخلاقی تنظیم کی حیثیت سے برقرار رکھا۔

4.2- جمعیت محمدیہ کا قیام

جمعیت محمدیہ کا قیام 18 نومبر 1921ء کو جکارتہ میں عمل میں آیا۔ اس کے مؤسس ایک مقامی عالم دین حاجی احمد دحلان (پیدائشی نام محمد درویش) تھے۔ حاجی احمد دحلان کا تعلق جکارتہ کے ایک دین دار مسلم گھرانے سے تھا۔ ان کے والد، نانا وہاں مسجدوں کے متولی تھے۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم انہوں نے گھر مسجد اور اسکول میں پائی بعد ازاں اعلی دینی تعلیم کے حصول کی غرض سے مکہ مکرمہ

گئے۔ مکہ میں اپنے طویل قیام کے دوران انہوں نے قرآن دینیات، علم نجوم اور دیگر علوم شرعیہ کی تعلیم حاصل کی۔ مکہ میں قیام کے دوران ہی وہ مصر کے اصلاح پسند مفکر محمد عبدہ سے متاثر ہوئے اور ان کے علمی کام کا بغور مطالعہ کیا۔ مکہ سے واپس جب انڈونیشیا گئے تو سب سے پہلے انہوں انے اپنا نام تبدیل کر کے احمد دحلان رکھا اور مسجد میں اپنے والد کی جگہ لی۔ اس کے بعد انہوں نے پورے جزیرہ جاوا کا سفر اس طرح کیا کہ کپڑوں کی تجارت کرتے تھے اور لوگوں میں اسلام کے پیغام کو عام کرتے تھے۔ اپنے سفر کے دوران انہوں نے ان لوگوں کی بھی حوصلہ افزائی کی جو مسلم معاشرے کی ترقی کے کاموں میں مصروف تھے یا ان کاموں کو کرنا چاہتے تھے (دعوت اور تجارت کا یہ تصور انڈونیشیا کی جمعیت محمد یہ کا آج بھی امتیازی وصف ہے۔)

حاجی احمد دحلان نے اپنی پوری زندگی اس خالص اور اسلامی اصلاحی تحریک کے لیے وقف کردی۔ انہوں نے اپنی بقیہ عمر کا بیشتر حصہ دعوتی اسفار میں گزارا یہاں تک کہ جب وہ بیمار ہوگئے تب بھی اپنے دعوتی مشن کو جاری رکھا جس سال ان کی وفات ہوئی صرف اسی سال میں انہوں نے سترہ سفر کیے۔ جب ان کے شاگردوں اور رفقاء کار نے بیماری کے سبب انہیں آرام کا مشورہ دیا تو انہوں نے بہت زور دے کے یہ بات کہی کہ میں جتنی تیزی سے دعوتی کام کرلوں گا میرے بعد آنے والوں کو اسی قدر آسانی ہوگی، لہذا مجھے اس کام سے باز نہ رکھو۔ یہی وجہ ہے کہ 59 برس کی عمر میں جب ان کا انتقال ہوا تو جمعیت محمد یہ کی جڑیں انڈونیشیا کے مسلم معاشرے میں کافی گہری ہو چکی تھیں اور اس نے ایک مستحکم اصلاحی تحریک کی شکل اختیار کرلی تھی۔ انتقال سے پہلے حاجی احمد دحلان نے اپنے شاگردوں اور رفیقوں کا ایک نمائندہ گروپ بھی تشکیل دیا جو ان کے بعد ان کے کام کو جاری رکھتا اور اس میں وہ کامیاب بھی رہے۔ ان کے سوانح نگاروں کا خیال ہے کہ چونکہ حاجی احمد دحلان کا تعلق خود علماء کے طبقے سے تھا اور وہ مساجد اور مدارس سے وابستہ تھے اس لیے دیگر مقامات کی طرح انہیں اندرونی مخالفتوں کا سامنا کم کرنا پڑا اور جو مخالفتیں ہوئی بھی وہ ان کی دعوت پر اثر انداز نہ ہوسکین۔ اس کا ایک فائدہ انہیں یہ بھی ہوا کہ وہ زیادہ دلجمعی کے ساتھ اپنا اصلاحی پروگرام جاری رکھ سکے۔ حاجی احمد دحلان کو اپنا کام جاری رکھنے میں اس وجہ سے بھی خاصی آسانی ہوئی کہ ڈچ حکمران جو 1945ء تک انڈونیشیا پر قابض رہے، انہیں باغی یا انقلابی نہیں مانتے تھے۔ وہ آخر وقت تک اپنی مسجد کے متولی رہے اور معاشرے میں تبدیلی لانے کی غرض سے کبھی بھی سخت گیر موقف کی حمایت نہیں کی۔ بڑی حد تک مروجہ سیاست سے انہوں نے خود کو الگ تھلگ رکھا جس کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ان کی تحریک سماجی سطح پر بہت ہی مستحکم ہوگئی۔ حاجی احمد دحلان اور ان کے ساتھیوں نے اپنی تحریک کو ہمہ گیر بنانے کے لیے معاشرے کے تمام طبقوں کے لیے اپنے پروگرام بنائے نوجوانوں اور خواتین کے امور پر انہوں نے خاص توجہ دی۔ 1930ء میں محمد یہ تحریک نے ایک کمیٹی قائم کی جسے مذہبی اور سماجی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینے کا کام سونپا گیا۔ اس کمیٹی نے اسلامی قوانین، سیاست، خواتین کے امور، بچوں نوجوانوں، اسکاؤٹوں وغیرہ کی تعلیم لائبریری، فن تعمیر، سماجی بہبود صحت عامہ کہ مسائل، اقتصادی ترقی اور اوقات کے انتظامات سے متعلق اہم تجاویز پیش کیں جن کی روشنی میں تحریک کو اپنا آئندہ کا لائحہ عمل ترتیب دینے میں بڑی آسانیاں ہوئیں۔ جمعیت محمد یہ نے خواتین میں اپنے کام کو موثر بنانے کے لیے

"جمعیت عائشہ" کے نام سے ان کی الگ تنظیم قائم کی۔ ان کی تعلیمی اور تنظیمی بہبود کے منصوبے بنائے البتہ عورتوں اور مردوں کے درمیان مطلوبہ دوری کو اس نے ہمیشہ بنائے رکھا اس نے خواتین میں طبی تعلیم کے حصول کی حوصلہ افزائی کی کیوں کی اس طرح خواتین میں مریضوں کی دیکھ بھال اور علاج کا کام زیادہ بہتر طور پر ہو سکے گا۔ جمعیت عائشہ سے متعلق خواتین کو ڈھیلا ڈھالا لباس پہننا اور اسکارف باندھنا لازمی ہے۔ خواتین کی یہ تنظیم عالمی سطح کی خواتین تنظیموں میں ایک اہم اور موثر تحریک شمار ہوتی ہے۔

جمعیت محمدیہ موجودہ انڈونیشیا کے مسلم معاشرے پر گرفت رکھنے والی دو بڑی اور موثر ترین تنظیموں میں سے ایک ہے۔ یہ تنظیم نہ صرف بحیثیت تنظیم صاف ستھرے ریکارڈ کی حامل ہے بلکہ اس کی قیادت بھی بدعنوانی جیسے الزامات سے پارک رہی ہے۔ کروڑں کی تعداد میں رکنیت کی حامل جمعیت محمدیہ کا بڑا حصہ متوسط طبقہ پر مشتمل ہے اس سے وابستہ افراد کی زیادہ تر سرگرمیاں رضا کارانہ ہوتی ہیں۔ 1945ء میں انڈونیشیا کی آزادی کے بعد گرچہ تنظیم کے ڈھانچے اور طریقہ کار میں بعض جزدی تبدیلیاں آئی ہیں لیکن اس کی بنیادی صفات پہلے جیسی ہی برقرار رہیں۔ اس تحریک نے تقریباً ایک صدی طویل اپنے دعوتی سفر میں انڈونیشیا کے معاشرے پر ہمہ گیر اثرات چھوڑے ہیں اس نے عام لوگوں کی ایک ایسے مذہبی نظریے کی طرف رہنمائی کی ہے جو علمی بھی ہے اور صاف ستھرے خلاقیات پر مبنی ہے، تحریک کا یہ مذہبی نظریہ مشرق بعید کے مخصوص تمدنی اور ثقافتی ورثے کے ساتھ رہتے ہوئے بھی اپنی اسلامی شناخت برقرار رکھتا ہے اور اپنے کارکنوں کی پیش آمدہ حالات میں نئے تجربے کرنے کی دعوت دیتا ہے، توقع ہے کہ آئندی صدی کے انڈونیشیا کی تعمیر میں جمعیت محمدیہ کا رول بہت ہی اہم اور موثر ہوگا۔ (محمد ارشد، سہ روزہ دعوت خصوصی نمبر مسلم دنیا ص ۵۹ تا ۶۱)

5-دارالارقم

یہ ایک رضا کار، غیر سرکاری اسلامی دعوتی کی تحریک ہے، یہ 1968ء میں شیخ اشعری محمد التیمی کے ہاتھوں ملائیشیا میں معرض وجود میں آئی۔اس کا بنیادی مقصد اسلامی اقدار اور عقائد کا احیاء اور روزمرہ زندگی میں ان پر عمل کرنا ہے۔اس تحریک کے ابتدائی پیروکار میں غریب افراد تھے جن کا تعلق کوالالمپور سے تھا اور شیخ انہیں قرآن اور دین کی دیگر بنیادی تعلیم دیا کرتے تھے۔شیخ چاہتے تھے کہ یہ لوگ اپنے موروثی دین اور ثقافتی روایات کے تناظر میں اپنی ذاتی شناخت کی اصلاح کریں خود تشخیص اور ذاتی اصلاح اور ایک صحیح اسلامی شخصیت کی تشکیل اس تحریک کی ضروری بنیاد تھی۔

اپنے ابتدائی دو سالوں میں اس کا مزاج دھیمار ہا۔اس کی سرگرمیوں نے ایک مطالعاتی گروپ کی شکل اختیار کر لی جو کہ اس کے پہلے مرکز،کوالالمپور میں قائم ہوا۔یہاں اس تحریک کا نام دارالارقم رکھا گیا۔صحابیؓ رسولؐ حضرت ارقم بن ابی ارقمؓ کی نسبت سے جنہوں نے مکہ میں اپنا گھر اسلام کے ابتدائی ایام میں دینی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔

دارلارقم نے اپنے مشن کو اپنے تیسرے سال میں وسعت دی۔یعنی 1970ء میں شیخ اشعری کی شہرت ان کے پبلک لیکچرز کے ذریعے سے ہوئی، جو وہ رہائش گاہوں، مساجد سکولوں دفاتر اور یونیورسٹیوں میں دیا کرتے تھے پھر ذرائع ابلاغ کے استعمال میں وسعت آتی گئی۔اس کے ساتھ ساتھ اسلامی طرز زندگی کے حوالے سے نمائشیں،شو بھی منعقد کیے جانے لگے۔دارالارقم سنٹر 1973ء میں اپنے پہلے اسلامی دیہات سنگی پینگال منتقل ہو گیا جو کہ کوالالمپور سے 20 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

1979ء میں دارلارقم کی سرگرمیوں کو عالمی سطح پر وسعت ملی جب اس نے اپنے داعیوں کو بیرون ملک بھیجا۔1988ء سے شیخ اشعری نے بڑی سطح پر سفارتی تعلقات اور دعوتی پروگرام تشکیل دیے، بیرون ملک سطح پر اور اس کے ساتھ ساتھ دارالارقم کی شاخیں قائم ہوئی، دنیا کے مختلف خطوں میں جن میں سنگا پور، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، فلپائن، برونائی، برطانیہ، فرانس جرمنی، امریکہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، پاکستان، اردن، مصر، ازبکستان اور چین شامل ہیں۔اس کے ممبران کی تعداد جو کہ 1976 میں صرف 70 تھی۔ 1987ء میں 6,000 تک اور 1993ء میں 10,000 تک جا پہنچی۔

اس جغرافیائی اور تعدادی اعتبار سے وسعت میں دارلارقم کی اسلام کو مفاہمانہ عملی اور مثالی انداز میں پیش کرنے کی بھرپور کوشش کی عملی اور مثالی انداز میں پیش کرنے کی بھرپور کوشش کا عمل دخل ہے۔اس تحریک نے 48 ایسے اسلامی دیہات قائم کیے جو ملائیشیا میں نمونہ تھے۔اسلامی، سماجی، سیاسی اور معاشی نظام کی اس تحریک نے 257 سکول ملائیشیا میں اور 11 بیرون ملک قائم کیے۔جن میں

طلبہ کی تعداد 1994ء میں 9541 تھی اور اساتذہ کی تعداد 696 تھی۔ اس تحریک نے 4 اخبارات اور 15 ماہنامے (میگزین) شائع کیے جن کی مجموعی اشاعت 928,000 تک پہنچتی ہے۔

اپنی مطبوعات کے حوالے سے درالارقم کا اپنا کمپیوٹر سنٹر اور نظام ہے۔ علاوہ ازیں ادارے کا اپنا ریکارڈنگ سٹوڈیو بھی ہے۔ 1993ء تک اس سٹوڈیو نے 450 آڈیو کیسٹیں اور 500 ویڈیو کیسٹیں بنائی جو مذہبی مذاکروں انٹرویوز اور تبلیغی مذاکروں اور مکالمات، بچوں کے پروگرام اسلامی شو اور اسلامی ترانوں پر مشتمل ہیں۔ اس ادارے کی اپنی ایڈورٹائزنگ ایجنسی بھی ہے۔ جو ہائی ٹیک کے حوالے سے ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ ایک اسلامک میڈیکل سنٹر کوالالمپور میں بھی قائم ہے۔ تین کلینک علاقائی مراکز میں اور چھوٹے کلینک تقریباً ہر گاؤں میں قائم ہیں، دارلارقم نے اپنے اسلامی دیہاتوں کو 1991ء اسلامی آرٹس ٹریننگ سنٹر میں تبدیل کر دیا، سکول آف اسلامک کلچر اینڈ آرٹس (Maksi) کے نام سے تحریک جانی جاتی ہے، اپنے عوامی اسلامی کلچر، شاعری اور میوزک کے حوالے سے دارلارقم کا اپنا 20 ایکڑ کا زراعتی کمپلیکس باتو ہمپر پیراک میں قائم ہے، جہاں الارقم مرکز برائے زراعتی تربیت بھی ہے۔ یہ اپنے تمام دیہاتوں میں کاشت کاری کا ذمہ دار ہے اور مختلف النوع غذائی فصلوں کو کاشت کرتا ہے۔ جبکہ فش فارم، پولٹری فارم اور پھولوں کی نرسری بھی قائم ہے۔ معاشی ترقی کے میدان میں دارلارقم کی اپنی 45 مصنوعات ہیں۔ مختلف قسم کے 417 کاروبار ہیں دارلارقم اپنے کاروبار بیرون ملک از بکستان انڈونیشیا، چین اور سنگاپور میں چلاتی ہے۔ اگست 1993ء میں چیانگ مائی، تھائی لینڈ میں منعقدہ پہلی دارلارقم عالمی معاشی کانفرنس میں شیخ اشعری نے الارقم گروپ آف کمپنیز کا اعلان کیا جو اس بات کا عکاس ہے کہ تحریک اب مارکیٹ اکانومی میں سنجیدگی سے شرکت چاہتی ہے۔ یہ گروپ 22 سیکشن پر مشتمل ہے جو مختلف قسم کے معاملات اور سرگرمیوں کی ذمہ دار ہیں۔

تنظیم

دارالارقم کی کامیابیوں نے اسے بیرونی مدد سے آزاد کر دیا ہے۔ اس کی ساخت اور ڈھانچہ ایک قوم کی مانند ہے۔ اعلیٰ ترین قیادت شیخ الارقم یا امیر کہلاتی ہے جو شیخ اشعری کی شکل میں راہنمائی فراہم کرتی ہے۔ بانی راہنما کی مدد کے لیے وزارتی طرز کا نظام ہے۔ جو نائب امراء اور نائبین پر مشتمل ہے۔ تحریک کا نظام علاقائی ریاست اور لوکل گورنمنٹ طرز پر ہے۔ 23 امراء بغیر ریاست کے بھی ہیں۔ اس ڈھانچہ میں 13 وزراء ہیں جو امیر شکباہ کہلاتے ہیں، جو ذمہ دار ہیں مختلف شعبوں کے جن میں انتظام، راہنمائی اور تعلیمی اطلاعات، معاشیات اور تجارت، فلاح و بہبود، دعوت اسلامی اور خارجہ تعلقات، زراعت، خزانہ، صحت، قانون، انسانی ترقی، اراضی اور کان کنی، سائنس اور ٹیکنالوجی اور ثقافت و سیاست شامل ہیں، ''نیشنل'' افسران ایک مجلس شیوخ بناتی ہے جو تحریک کی پالیسیوں کو بنانے اور عمل درامد کی ذمہ دار ہے۔ مجلس کا انتظام ایک سیکرٹری چلاتا ہے جو کہ ڈپٹی چیف سیکرٹری بھی ہوتا ہے۔

دارلارقم نے اپنے اثرات مرتسم کیے ہیں، مسلمانوں کی مذہبی، سماجی اور سیاسی زندگی پر بالخصوص ملائیشیا اور دیگر آسیان ممالک

میں اس تحریک نے عملی مثال پیش کی ہے آج کی دنیا میں اسلامی نظام کے قابل عمل ہونے کے اس تحریک نے صوفی ازم (تصوف) کو بھی پیش کیا، بطور خاص اپنایا اور اسلامی تعلیمات کو سمجھانے کے لیے عوام کو نچلی سطح سے متحرک کیا گیا۔ دارالارقم کو ملائیشیا کے مذہبی ٹھیکیداروں کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ کم از کم تین مختلف مہمات دارالارقم کے خلاف چلائی گئیں۔ ابتداً یہ الزام عائد کیا گیا کہ تحریک اسلامی انتہا پسندی کی علمبردار ہے اور مسلمانوں کو دوبارہ ''اونٹ کے زمانے'' کی جانب پکار رہی ہے۔ اپنے ممبران کو محض اپنے دیہات سنگی پینکالا تک محدود کر دینا چاہتی ہے اور اس دنیا کو مکمل طور پر نظر انداز کر دینا اس کا مقصد ہے۔ آخرت کے حصول کی خاطر پھر تحریک کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا اس بنا پر کہ یہ تصوف میں امت محمدؐ کے طریقت کو اپنائے ہوئے ہے۔ اس مرحلے پر دارالارقم کے اخبارات اور جرائد کے پرمٹ منسوخ کر دیے گئے۔ شیخ اشعری کی بعض کتب اور دارالارقم کی سب صنعت (سرگرمیوں) پر پابندی عائد کر دی تھی۔ تحریک کا منفی تصور اجاگر کیا گیا تھا، ذرائع ابلاغ جمعہ کے خطابات اور دیگر ذرائع سے اور تحریک کے بانی راہنما کو دھمکی دی گئی کہ انہیں انٹرنل سیکورٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کیا جا سکتا ہے۔ تحریک کے خلاف سرگرمیوں کے عروج کے وقت 1988ء میں شیخ اشعری نے ملائیشیا کو خیر آباد کہا تحریک کے بیرون ملک پھیلاؤ کی غرض سے اور بیرون ملک ہی قیام پذیر رہے۔ بعد میں تحریک پر ایک اور الزام عائد کیا گیا کہ یہ حکومت کا تختہ الٹنا چاہتی ہے اور یہ کہ یہ تحریک کمیونسٹوں سے زیادہ خطرناک ہے ان الزامات کا سبب دراصل حکومت کا یہ خوف تھا کہ دارالارقم سیاسی قوت رکھتی ہے اور یہ کہ یہ تحریک اپنے پاؤں پر کھڑی ہے عوام کو متحرک کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ کے ممبران اپنے لیڈر کی غیر متزلزل اطاعت کرتے ہیں اور اس کے اثرات قابل ذکر سیاست دانوں پر بھی پڑ رہے ہیں اگرچہ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ دارالارقم پر پابندی قانوناً نہیں لگائی جا سکتی کیونکہ بنیادی طور پر یہ ایک ''دینی مطالعاتی گروہ'' ہے اور قانوناً ضروری نہیں کہ وہ رجسٹرڈ ہو (ملائیشین سوسائٹی ایکٹ کے تحت) سوسائٹی رجسٹرڈ کے پاس حکومتی نیشنل فتویٰ کونسل نے 1994ء میں اسے خلاف قانون قرار دے دیا کہ یہ ''نظام کے لیے خطرہ ہے''

ممبر شپ کا انداز دارالارقم کو صوفیانہ تحریک ظاہر کرتا ہے۔ اس کا ممبر بننے کے لیے کسی فارم بھرنے یا فیس ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب تک کوئی اسلامی اصولوں پر کاربند رہے اور دارالارقم کے پروگرامات میں شرکت کرتا رہے اور دین کی خاطر قربانی کا جذبہ رکھتا ہو تو وہ خود بخود ''شیخ کے خاندان'' کا حصہ اور دارالارقم کا ممبر بن جاتا ہے۔ ممبران آپس میں منسلک رہتے ہیں روحانی مشق کے سبب طریقت اور محمدیہ کے مطابق کرتے تھے۔ اس سلسلہ کی بنیاد مکہ مکرمہ میں السید محمد امین عبداللہ السحیمی جو کہ انڈونیشیا سے تعلق رکھتے تھے، نے رکھی تھی۔ شیخ اشعری اپنے چچا لیبائی ابراہیم کے توسط سے، طریقیت سے متعارف ہوئے محض 16 سال کی عمر میں اور اب طریقت کے سربراہ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ تحریک اپنے تشخص کے اعتبار سے صوفی مزاج رکھتی ہے۔

دارالارقم مقاصد کے حصول کے لیے، دعوۃ کے ذریعے سے کوشاں ہے۔ ابتداً فرد سے اور پھر ایشیا تک (طور تک) شیخ اشعری دو اصولوں پر زور دیتے ہیں، پہلا ''اپنے آپ کو تبدیل کرو پھر دوسروں کو تبلیغ دو'' دوسرا، ''لوگوں کے دل جیتو نہ کہ پارلیمنٹ کی

سیئیں''، پہلا اصول دارالارقم خود اصلاح اور خود آگاہی کی سوچ کو واضح کرتا ہے جبکہ دوسرا اصول وسیع سوچ کو ظاہر کرتا ہے۔

تحریک کا مقصد قائم رکھنا ہے شریعت کی پانچ بنیادوں کو (۱) واجب (۲) سنت (۳) حلال (۴) حرام (۵) مکروہ، ان پر عمل ہونا چاہیے تمام حوالوں سے حقوق اللہ اور حقوق العباد ہر دو حوالوں سے، اصل مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہے اور اس کا طریقہ کار اپنے تناظر دنیاں کی تعمیر نو اور عملی سوجھ بوجھ اقدار کی۔ اگر اس کو حاصل کرلیا جائے تو گویا مقصد علیق کو پالیا۔ ہر حوالے سے اللہ کی عبادت۔ شیخ اشعری پانچ راہنما اصول دیتے ہیں اپنی تمام سرگرمیوں کو عبادت بنانے کے لیے۔ پہلا معاملات کی بنیاد میں نیت، اللہ کی رضا کا حصول، منظم انداز میں اطاعت اسیر کا تصور اجاگر کرتی ہے۔ شیخ کی اپنی شخصیت کا سحر ابھی ممبران کو کھینچتا ہے اور ان کے باہمی اتحاد و اتفاق کا سبب بھی ہے۔ شیخ 1938ء میں ایک مذہبی گھرانے میں کیسونگ چلین، نیگری پسلان میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے مقامی پرائمری سکول اور علاقائی دینی سکول میں تعلیم حاصل کی۔ ابھی وہ طالب علم ہی تھے کہ انہیں سرکاری اسلامی دینی ٹیچر تعینات کر دیا گیا اور وہ 1956 سے 1976 تک اسی پیشے سے منسلک رہے، 1958 سے 1958 تک وہ متحرک رکن رہے، حزب اختلاف کی جماعت ینگ ملائیشین اسلامک پارٹی (PAS) کے اور متعدد ذمہ داریوں کو نبھاتے رہے۔ 5 سال انہوں نے انفارمیشن کمیٹی جمعیت الدعوۃ اسلامیہ تحریک کے لیے بھی خدمات سرانجام دیں۔